Studybeesofficial

Where Minds Pollinate

Urdu Class#11 FBISE

غزل # 3

National Book Foundation

Follow Our Socials

studybeesofficial
studybeesofficialpak
studybeesofficialpak

CamScanner
CamScanner

شاعر: منیر نیازی

تعارف شاعر:

منیر نیازی کی غزل میں حیرت اور عشق کی ملی جلی کیفیات نظر آتی ہیں۔ ان کے ہاں ماضی کے گمشدہ منظر اور رشتوں کے انحراف کا دکھ نمایاں ہے۔ وہ بیسویں صدی کی اردو شاعری کی اہم ترین آواز ہیں۔ ان کا شعری لب و لہجہ اپنی انفرادیت کے ساتھ انہیں ایک نمایاں مقام عطا کرتا ہے۔

شعر نمبر 1 :

بے چین بہت پھرنا گھبرائے ہوئے رہنا
اک آگ سی جذبوں کی دہکائے ہوئے رہنا

تشریح:

تشریح طلب شعر میں شاعر نے عاشق کی کیفیات کا بیان سلاست روی سے کیا ہے۔ شاعر اپنی نوجوانی کے عالم کی منظر کشی کرتے ہیں کہ جوانی میں جب عشق کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا تو ان پر ہر لمحہ ایک بے چینی اور گھبراہٹ کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ ان کے جذبات ایسے منہ زور تھے کہ چھپائے نہ چھپتے تھے۔ ان کی ہر ادا سے بے چینی اور اضطراب عیاں ہوتا تھا۔ دوسرے مصرعے میں شاعر نے اپنے جذبات کی تپش کو آگ کے دہکنے سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح آگ میں حرارت ہوتی ہے جو ہر شے کو جھلسانے کی طاقت رکھتی ہے اسی طرح شاعر کے سینے میں عشق کے جذبات آگ کی طرح دہکتے رہتے تھے۔ شاعر نے ایک عاشق کی نفسیاتی کیفیت اور دلی جذبات کو عمدگی سے بیان کیا ہے۔ عاشق ہر لمحہ آتش عشق میں دہکتا رہتا ہے۔ اسے نہ دن کو چین نصیب ہوتا ہے نہ رات کو قرار آتا ہے۔ اس کے رویں رویں سے اضطراب ظاہر ہوتا ہے۔ عاشق کے جذبات بھی آگ کی طرح بے قابو ہوتے ہیں جو اسے اندر باہر سے جھلسا کے رکھ دیتے ہیں۔ بقول غالب:

ے یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

شعر نمبر 2 : **چھلکائے ہوئے چلنا خوشبو لب لعلیں کی**

CamScanner
CamScanner
studybeesofficial

اک باغ ساساتھ اپنے مہکائے ہوئے رہنا

تشریح:

منیرؔ کی غزل میں شوخی، شگفتگی اور عشق کی معاملہ بندی نظر آتی ہے۔ شاعر نے روایتی غزل کا انداز اپنایا ہے۔ محبوب کی سراپا نگاری میں مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ اردو شاعری میں محبوب کے حسن کے بیان میں مختلف تشبیہات و استعارات سے کام لیا جاتا ہے۔ بقول میرؔ:

ے نازکی ان کے لب کی کیا کہیے — پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

زیرِ تشریح شعر میں شاعر نے اپنے محبوب کے ہونٹوں کی تعریف و توصیف میں انہیں خوشبودار قرار دیا ہے۔ شاعر کے محبوب کے ہونٹ ایسے خوشبودار ہیں کہ وہ جہاں سے بھی گزرتا ہے اس کے سرخ ہونٹوں کی خوشبو فضا میں شامل ہو جاتی ہے۔ ہر سو گویا وہ اپنے سرخ ہونٹوں کی مہک چھلکاتا پھرتا ہے۔ بقول ولیؔ دکنی:

ے تجھ لب کی صفت لعلِ بدخشاں سوں کہوں گا — جادو ہیں تیرے نین غزالاں سوں کہوں گا

دوسرے مصرعے میں شاعر نے محبوب کی متاثر کن اور سحر انگیز شخصیت کو ایک باغ سے تشبیہ دی ہے۔ اس کے سراپے کو ایک باغ کی مانند خوشبودار قرار دیا ہے۔ شاعر نے مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے محبوب کے حسن کو ایسا کامل قرار دیا ہے کہ وہ جہاں سے بھی گزرتا ہے، اس کے معطر وجود کی دلفریب مہک سے فضا گل و گلزار ہو جاتی ہے بالکل ایسے جیسے باغ پھولوں کی خوشبو سے مہک رہا ہوتا ہے۔ یہ ایک محب کی خوش گمانی اور حسن نظر ہے کہ محبوب کے وجود کا احساس اسے ایسا شادمان کر دیتا ہے جیسے موسم بہار ہو اور ہر سو خوش رنگ اور مہکدار پھول کھل اٹھے ہوں۔

بقول شاعر: ے گلوں میں رنگ بھرے، بادِ نوبہار چلے — چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے

شعر نمبر 3:

اس حسن کا شیوہ ہے جب عشق نظر آئے
پردے میں چلے جانا شرمائے ہوئے رہنا

تشریح:

منیرؔ کی غزل میں سلاست روی، شوخی، شگفتگی اور عشق کی معاملہ بندی نظر آتی ہے۔ شاعر نے روایتی غزل کا انداز اپنایا ہے۔ محبوب کے لیے حسن اور اپنے لیے عشق کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ یہاں محبوب کی نفسیات کو عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔ محبوب ایک محب کے جذبات و احساسات سے بخوبی واقف ہوتا ہے اور اسے تڑپانے میں لطف محسوس کرتا ہے وہ جانتا کہ محب اس کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی اسی بے قراری کو دور کرنے کے لیے بار بار محبوب کی چوکھٹ تک آتا ہے۔ اس کے باوجود جب بھی شاعر کا اپنے محبوب سے آمنا سامنا ہوتا ہے تو وہ شرما کر پردہ کر لیتا اور حسین چہرے کو اپنے عاشق کی نگاہوں سے چھپا لیتا ہے۔ ایسا اتفاقی طور پر نہیں ہوتا بلکہ اب تو محبوب نے گویا یہ اپنی عادت ہی بنالی ہے۔ یعنی وہ ارادتاً ایسا کرتا ہے۔ بطور ایک صنف نازک شرمانا اس کی فطرت کا حصہ اپنے اور شاید یہی فطری حیا اور شرم اس کے آڑے آجاتی ہے اور یہی اس کا حقیقی زیور ہے۔ اس کی اسی ادا پر عاشق نثار ہوتا ہے اور اس کے جذبہ عشق کو تقویت ملتی ہے۔ بقول شاعر:

ے خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں — صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

شعر نمبر 4:

اک شام سی کر رکھنا کاجل کے کرشمے سے
اک چاند سا آنکھوں میں چمکائے ہوئے رہنا

تشریح:

میرؔ نیازی حیران کر دینے والی کیفیات کے بیان پر قدرت رکھتے ہیں۔ اسی بنا پر انہیں "تحیر کا شاعر" کہا جاتا ہے۔ زیرِ تشریح شعر میں شاعر نے محبوب کی سراپا نگاری میں دو تشبیہات کا خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ محبوب کی کاجل بھری آنکھوں کو شام سے اور اس کی آنکھوں کی چمک کو چاندنی سے تشبیہ دی ہے۔

studybeesofficial

CamScanner
CamScanner

شاعر نے محبوب کی سراپا نگاری میں روایت پسندی سے کام لیا ہے۔ اردو شاعری میں محبوب کی کجراری آنکھوں کو رات کی سیاہی سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ شاعر بھی اپنے محبوب کے حسن سے متاثر ہے اور چاہتا ہے کہ محبوب اس کے انتظار میں اپنے حسن کو سنوارے۔ اپنی حسین آنکھوں میں کاجل لگا کے اپنے حسن کا ایسا جادو جگائے کہ اس کی حسین آنکھوں کے سحر سے شام ہو جائے۔ دیکھنے والوں کو اس کی آنکھوں میں وام اترتی ہوئی دکھائی دے۔ بقول میرؔ:

ے میر ان نیم باز آنکھوں میں ساری مستی شراب کی سی ہے

شاعر کی مزید خواہش ہے کہ محبوب جب اس کا انتظار کرے تو اس کی آنکھیں جذبات کی چمک سے ایسے روشن ہوں ہو جیسے چاند کی چاندنی ہوتی ہے۔ اس کی روشن آنکھوں سے اس کے جذبوں کی شدت اور محبت کی گہرائی کا احساس جاگزیں ہو جو محب کو اس کے جذبوں کی صداقت کا ثبوت دے۔ بقول شاعر:

ے الفت کا مزہ تب ہے کہ ہوں وہ بھی بے قرار دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

شعر نمبر 5 : **عادت ہی بنا لی ہے تم نے تو منیرؔ اپنی**
جس شہر میں بھی رہنا اکتائے ہوئے رہنا

تشریح:

منیر نیازی کی شاعری میں ماضی کے گمشدہ منظر اور رشتوں کے انحراف کا دکھ نمایاں ہے۔ بعض ناقدین کے مطابق منیرؔ تنہائی کا شاعر ہے۔ وہ اپنی ذات کے خول میں قید ہے۔ وہ اپنے گرد و پیش کی صورت حال پر قناعت نہیں کر سکتا اس لیے تنہا ہے۔ وہ اس بد صورت دنیا میں خوبصورتیوں کا متلاشی ہے۔
تشریح طلب شعر میں شاعر کی شخصیت کا یہی پہلو سامنے آتا ہے۔ وہ خود کلامی کرتے ہوئے ملامت زدہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کے مزاج پر ایک جمود طاری ہے۔ وہ دنیا سے بیزاری کا اظہار کرنا اس کی عادت بن چکی ہے۔ ہر شے سے اس کا جی اچاٹ ہو چکا ہے۔ اس پر ہجوم دنیا سے وہ اکتا چکا ہے اور کہیں بھی اس کا دل نہیں لگتا۔ بقول ناصرؔ:

ے بھری دنیا میں جی نہیں لگتا جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی

انسان کی زندگی کی سب سے بڑی حقیقت تبدیلی ہے جو اس کی شخصیت کو بھی بدلنے کا کام کرتی ہے۔ جیسے زندگی میں حالات و واقعات بدلتے ہیں ویسے ہی انسان کا مزاج بھی تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ عمر کے ہر حصے میں انسان مختلف جذباتی کیفیات کا شکار ہوتا ہے۔ جوں جوں اس کا دنیا کو برتنے کا تجربہ بڑھتا ہے، وہ اکثر لوگوں کے منافقانہ رویوں پر نالاں ہی دکھائی دیتا ہے۔ رشتوں کی حقیقت وقت کے ساتھ سامنے آتی ہے تو بیشتر لوگ مطلبی اور مفاد پرست ہی دکھائی دیتے ہیں۔ اس دنیا میں ہر کسی کی شخصیت مختلف پہلو رکھتی ہے۔ عمر اور تجربہ ہی انسان کو اچھے برے اور صحیح غلط کی پہچان کرواتا ہے۔ زندگی میں پیش آنے والے منفی تجربات انسان کو اس دنیا سے بیزار کیے دیتے ہیں۔ بقول شاعر:

ے آدمی آدمی سے ملتا ہے دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

شاعر نے کچھ ایسی ہی نفسیاتی کیفیات کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ دنیا میں ہر کسی کو شک کی نگاہ سے دیکھنا ان کی عادت بن چکی ہے۔ یہاں تک کہ مخلص لوگوں کو پہچاننا بھی ان کے لیے دشوار ہو گیا ہے۔ ان کے مزاج کا یہی پہلو انہیں اس دنیا سے بیزار کیے دیتا ہے اور کسی شہر میں ان کا دل نہیں لگتا۔ ہر جگہ انہیں اجنبیت کا احساس ہوتا ہے۔ بقول شاعر:

ے دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یا رب! کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

منیرؔ کی طبیعت میں بے پناہ انانیت تھی۔ بحیثیت شاعر بھی وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اپنے عہد کے شاعروں کو زیادہ سے زیادہ ٹھیک ٹھاک یا بعضوں کو اچھا کہہ دیتے۔ بڑا شاعر ان کی نظر میں کوئی نہ تھا۔ مزاج کا یہی پہلو انہیں اپنے گرد و پیش سے اجنبیت کا احساس دلاتا تھا۔
منیرؔ کی شخصیت اور شاعری کے لیے ناقدین نے "مسافر" کا استعارہ استعمال کیا ہے جو ان کے مزاج کی بخوبی وضاحت کرتا ہے۔ ان کے مزاج میں آزادہ روی اور پابندیوں کے خلاف بغاوت کا جذبہ تھا۔ منیرؔ نے خود ایک جریدے کو دیے گئے انٹرویو میں یہ اعتراف کیا:

studybeesofficial

CamScanner
CamScanner

"میں خود کو کسی کام کے لیے پابند نہ کر سکا۔ کسی ایک حالت میں کسی ایک فضا کو زیادہ دیر برداشت نہ کر سکا۔ جلد ہی گردو پیش سے گھٹن کا احساس جاگتا اور آزاد ہونے کی خواہش سر اٹھانے لگتی۔"

----

studybeesofficial
studybeesofficial
CamScanner
CamScanner